بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشارات

ربیع الاوّل کا آنا ہر مسلمان کو مبارک!

ماہ ربیع الاوّل آتا ہے تو ہر بار ایک بڑا پیغام لے کے آتا ہے اور اسے ہر سال دوہراتا ہے، خاص طور سے ۱۲ تاریخ کو یہ پیغام فضا میں جگمگانے لگتا ہے اور نغمۂ ایمان بن کر ضمیر سے اُبھرتا ہے۔

پیغام کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا پیغام —— سچی محبت کا پیغام، آدمی کی شخصیت کو جھنجھوڑ دینے والا پیغام، فرد کے انقلاب، قوم و حکومت کے انقلاب اور جہانِ انسانیت کے انقلاب کا پیغام!

مگر ہماری بدقسمتی ہے کہ محبتِ رسولؐ کے اظہار کے لیے ہم ایسی سرگرمیوں، بھیڑ بھاڑ اور شور و ہنگامہ میں کھو جاتے ہیں، ہم اتنے از خود رفتہ ہوتے ہیں کہ وہ پیغام نہ ہم کو سُنائی دیتا ہے، نہ اس کی گونج اور چکا چوند کا ہمیں پتہ چلتا ہے اور نہ اُس کی زلزلہ افگنی سے ہمارے دل و دماغ میں جنبش پیدا ہوتی ہے۔ ہم جلسوں، جلوسوں، جھنڈوں، نعروں، قوالیوں، نعتوں، میلاد کی محفلوں، درود شریف کے حلقوں، ریڈیائی تقریروں، ٹیلی ویژن پر دکھائی جانے والی میلادی رونقوں کے مناظر، پھولوں، ہاروں، خوشبوؤں، چراغوں، قمقموں، عمائدِ حکومت کی نشری تقریروں اور سیرتِ پاک کی بڑی بڑی دلچسپ تقریبوں کے طوفان میں حصولِ ثواب کے لیے (اور بعض لوگ حصولِ تفریح کے لیے) ایسے غوطہ زن ہوتے ہیں کہ نہ دُنیا کا پتہ، نہ دین کی خبر،

دُنیا کے معاملے دُنیا کو چلانے والے جانیں اور دین خدا کے حوالے !

آیئے، قبل اس کے کہ ربیع الاوّل کا محبوب طوفان اُمڈ پڑے اور اس کی پیاری پیاری موجوں کے دل پسند تھپیڑوں سے عقل و حواس پر نشہ طاری ہو جائے، محمدؐی پیغام کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ (روایات لفظی کی کڑی پابندی کے بجائے مدعا بیان کر دیا گیا ہے)۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام نبی یہ پیغام لے کر آئے کہ اِتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ۔ خدا کی گرفت سے ڈرو اور صحیح زندگی گزارنے کے لیے میری پیروی کرو۔

حضورؐ نے بتایا کہ کوئی نبی اللہ نے ایسا نہیں بھیجا کہ جس کی اطاعت لازم نہ کر دی ہو۔

حضورؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے ماں باپ اور اولاد سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے۔ (یعنی جب حضورؐ کا حکم و قانون اور اقربا کا مفاد آمنے سامنے آجائیں تو وہ حضورؐ کے حکم و قانون کے آگے سرِ تسلیم خم کر دے اور اپنے چہیتوں کا مفاد ٹھکرا دے)۔

حضورؐ اپنے لیے جس درجے کی محبت و وفا چاہتے ہیں اس کا تصور ذیل کے اشارات سے اخذ کیجیے:۔

حضورؐ نے فرمایا: جب کسی معاملے میں اللہ اور اس کے رسولؐ نے فیصلہ دے دیا ہو تو پھر کوئی مومن اور مومنہ اپنے لیے کوئی دوسری صورت پسند کرنے کے اختیار سے دست بردار ہو جائیں۔

حضورؐ نے فرمایا: کوئی بھی قضیہ اور مسئلہ پیش آئے تو اُسے میرے سامنے (یا میری تعلیمات کتاب و سنّت کے سامنے) لایا جائے اور مجھے آخری فیصلہ کرنے والا قطعی حَکَم مانا جائے، پھر جو کچھ میری طرف سے فیصلہ ملے اُسے بے چون و چرا قبول کیا جائے —— ظاہراً ہی نہیں، دل میں بھی اس کے خلاف کوئی ادنیٰ سی تنگی اور ناپسندیدگی یا نارضامندی باقی نہ رہنی چاہیے، اور بات کو اس شان سے قبول کیا جائے، جیسے قبول کرنے کا بہترین اسلوب ہو سکتا ہے اس

فرمان کی خلاف ورزی کرنے والا ایمان نہیں پا سکتا۔

حضورؐ نے فرمایا: مَیں جو کچھ دُوں اُسے خوشی سے قبول کر لیا جائے اور جس شے سے روک دوں، اُس سے میرا ماننے والا باز رہے۔

حضورؐ نے فرمایا: اہلِ ایمان میرے بہترین نمونہ زندگی پہ کاربند ہوں اور میری سنّت کے مقابل میں کسی بدعت کو اختیار نہ کریں۔

حضورؐ نے فرمایا: مجھ پہ ایمان لاتے والے اپنی پوری جد و جہد سے اسلام کو ہر دوسرے دین (نظامِ اطاعت) پر غالب کر دیں اور سارا دین صرف اللہ ہی کا رہ جائے۔ یعنی کوئی دوسرا اپنی اطاعت کرانے والا نہ رہ جائے۔

ان چند مختصر اور منتخب کلمات کی صورت میں جو پیغام ہمیں دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے تحت قرآن کی زبان میں بھی اور حدیث کے الفاظ میں بھی ہم سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ اپنی پوری زندگیوں میں میرے لائے ہوئے دین، میری شریعت، میرے فیصلوں، میری اتھارٹی اور میری سنّت کو غالب کیا جائے۔

اپنی ذات یا شخصیت کے دائرے میں، اپنے گھر میں، اپنے کاروبار میں، اپنے دفتر میں، اپنے کھیت میں، ملک کی معاش میں، نظامِ تعلیم میں، پارلیمنٹ کے قوانین میں، تھانوں اور کچہریوں کے معاملات میں، ذرائع ابلاغ کے استعمال میں، جنگ کے میدانوں اور صلح کی مجلسوں میں، ثقافت کی تقاریب میں، آمدنیوں اور اخراجات میں، فرائض اور حقوق کے توازن میں، غریبوں اور کمزوروں کی مشکلات دُور کرنے میں، غرضیکہ تمام دائروں میں شریعتِ محمدیہ کو غالب کرنے کی کوشش کی جائے۔ اسلام پہ ایمان رکھنے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کا اہم ترین تقاضا یہی ہے: نفاذِ شریعت۔

کیا ہی اچھا ہو کہ ہماری حکومت اس سلسلے میں دیانت داری سے مؤثر اقدام کرے اور ماہ ربیع الاوّل کے بابرکت مہینے ہی میں نویں ترمیم کے علاوہ پرائیویٹ شریعت بل پاس کر کے خدا پر ایمان اور نبیؐ پاک سے محبت کا ایسا حق ادا کرے کہ قوم میں اس کے افراد و اعیان پر اعتماد پیدا ہو اور خدا کی طرف سے تائید حاصل ہو۔

دیکھیے فرار و گریز سے کچھ حاصل نہیں، ہیر پھیر کا کوئی فائدہ نہیں۔ کئی وجوہ سے اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ چند نکات عرض ہیں:

۱۔ اب تک جن لوگوں نے شریعت سے فرار و گریز کا طریقہ اختیار کیا، ان کی حکومتوں کے تخت اُلٹ چکے۔ اُن سے عبرت حاصل کیجیے۔ نفاذِ شریعت سے آپ عوام کی بھاری اکثریت کے دلوں کو اپنے ساتھ لے سکتے ہیں۔

۲۔ معاشرہ میں افراد سے لے کر اداروں تک ایک جمود کئی برس سے اس وجہ سے طاری ہو گیا ہے کہ اُن کے پاس کوئی نصب العین نہیں رہا، اور ان کا مشغلہ بس یہ رہ گیا ہے کہ ایک حکومت کے بعد دوسری حکومت کا انتظار کریں کہ شاید کسی دَور میں بندگی سے بھلا ہونے لگے۔ کبھی جمہوریت، کبھی آمرانہ جمہوریت، کبھی مارشل لا، کبھی غیر جماعتی انتخابی حکومت۔

۳۔ نصب العین نہ ہونے کی وجہ سے محض ذاتی مفاد و آسائش مقاصد بن گئے ہیں۔ کچھ آبادی تو مجبور ہے کہ اپنی محنت کی حدود میں پابند رہے۔ مگر اور جہاں کہیں سرمایے کی قوت یا اختیارات کی قوت کام کر رہی ہے، ہر شخص دوسروں کی جیبیں کاٹ رہا ہے۔ "شریف" لوگوں کے "جرائم" کی وسعت سے اب کوئی گوشۂ زندگی خالی نہیں رہا۔ پھر بہیمانہ تشدد کے ذریعے باقاعدہ فوجداری جرائم کرنے والوں کا طوفان ہر طرف برپا ہے۔ پھر دوسروں کے آلۂ کار بننے والوں کی طرف سے تخریب کاریاں کرنے اور دہشت پھیلانے کا خوفناک سلسلہ جاری ہے۔ قومی اخلاق و کردار کا اس طرح گرنا اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اب لوگوں کو اُس نصب العین سے دُور ہٹا لیا گیا ہے جس کے لیے وہ ہمیشہ قربانیاں دیتے چلے آئے ہیں اور جس کی تحریک سے ان کے اخلاق میں بلندی آتی ہے۔

۴۔ ہمارا نظامِ تعلیم بے لنگر کا ایک جہاز بنا ۳۹ برس سے زندگی کے سمندر میں اِدھر سے

اُدھر بھٹکتا پھر رہا ہے اور اس کی سمتِ سفر متعین نہیں ہو سکی ۔ پھر اس بیمار نظامِ تعلیم کا ایک ستم یہ بھی ہے کہ یہ اچھی اچھی صلاحیتوں کو برباد کرتا اور نالائقوں کو بامِ رفعت پر پہنچاتا ہے ۔ ہمارے ہاں کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جو نظامِ تعلیم کی نالائق نوازی (بوجہ سفارش سازی اور امتحانی خیانت) کا کوئی درماں کر سکتا ۔ ایسا جذبۂ تازہ تو شریعتِ اسلامیہ ہی دے سکتی ہے ۔

۵ ــــ صوبوں اور علاقوں اور لسانی عصبیتوں نے اب فتنہ کی یہ چوٹیاں بھی سر کر لی ہیں کہ پاکستان کو صاف صاف ناپسند کرتے ہیں ۔ اُسے ختم کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں ، اس نیک کام کے لیے بھارت کو بھی اور روس اور اسرائیل کو بھی دعوت دیتے ہیں کہ کوئی آئے اور ہماری طرف سے پاکستان کے وجود سے انتقام لے ۔ یہ چیز کبھی نشو و نما نہ پاتی ، اگر دیانت داری سے یہاں ابتدا ہی میں (قرار دادِ مقاصد کے بعد) اسلامی نظام ، اسلامی اُصول ، اسلامی تعلیم ، اسلامی ادارات ، اسلامی قدروں اور اسلامی ثقافت کو نافذ کر کے ہر ہر فرد کو صبغۃ اللّٰہ کے رنگ میں رنگ دیا جاتا ۔

اب بھی ہم کہتے ہیں کہ اس مُلک کو اپنے ہی فرزندوں کے ہاتھوں تباہی سے بچانے کی کوئی اور راہ اس کے علاوہ نہیں ہے کہ یہاں جلد سے جلد اسلامی نصب العین اور اسلامی احکام و قوانین اور اسلامی ادارات و اقدار کو رائج کیا جائے ۔ اور تمام صوبوں کو ضابطے کی رُو سے اُن کا پابند کیا جائے ۔ اگر کوئی شخص مزاحم ہوتا ہے تو اسے راستے سے ہٹا کر عدالتِ قانون کے حوالے کرنا چاہیے ۔

۶ ــــ ہمارے یہاں انتشارِ فکری اس درجہ پھیل چکا ہے کہ اب کئی کروڑ کی یہ قوم مختلف نظریوں میں بٹی ہوئی ہے ۔ سوشلزم اور سیکولرازم اور جدیدیت اور اجتہاد کے نام سے انحراف پسندی اور مغربی خواتین کے تصوراتِ آزادی و مساوات پر مبنی بیگمات کی تحریک ، اور غیر اسلامی ثقافت کے فروغ کے لیے رقص و سرود کی تقاریب و مجالس اور شو بزنس کے اسٹارز کو مقامِ اعزاز دلوانے کے لیے خصوصی پروپیگنڈا مہم اور بھارت کے مذہبی ، تہذیبی ، اسطوری اور لسانی اطوار و اقدار کا پاکستان میں نفوذ ، یہ سب کچھ اس لیے عام ہوا کہ ہمارے مُلک کی حویلی ایک ایسی سرائے ہے جس پر کوئی پہرہ دار اور نگران اور انتظام کار نہیں ہے ۔ ہمارے نظریے کو مُلک کے در و بست

اور قوم کی تعمیرِ جدید کے کام سے حکمرانوں، بیوروکریٹوں، سیاست بازوں اور جدیدیوں نے مزاحمت کی ایک فصیل کھڑی کر کے دُور روک رکھا ہے۔ نتیجہ یہ کہ مخالفِ اسلام اور مخالفِ پاکستان نظریات ہماری قومی حویلی میں دندنا رہے ہیں اور ہمارے اپنے ہی شہری اور ہمارے اپنے ہی مسلمان ان کے سرپرست ہیں۔

۷- کسی قوم یا ملت کی زندگی اِس شعور سے بلند ہوتی ہے کہ اس کے پاس کوئی امتیازی چیز ایسی ہے جسے وہ دنیا کو دے سکتی ہے اور جس کے ذریعے انسانیت کی فلاح و بہبود کا کام کر سکتی ہے۔ اگر ہمارے پاس سائنس اور ٹیکنالوجی نہیں ہے تو ہم اسے حاصل کریں، مگر دُنیا کو ہم خدا پرستانہ تصورِ حیات اور تصورِ انسانیت اور تصورِ تہذیب تو دے سکتے ہیں۔ ان کے سامنے ایک نئے طرز کے اخلاق کا اور نئے طرز کی معاشرت اور سیاست کا قابلِ رشک نمونہ پیش کر کے اس کی طرف انھیں دعوت تو دے سکتے ہیں۔

سائنس اور ٹیکنالوجی کو حاصل کرنے، ترقی کے میدان میں دوسری قوموں سے آگے بڑھنے کا جذبہ محض کسی دوسرے کی طرف سے جنگی خوف کی منفی قوت سے پیدا نہیں ہوتا، اس کے لیے دراصل ایسے ایمانی شعور کی ضرورت ہوتی ہے جس کے رُو سے جہاں اخلاق و کردار میں بلندی ہونی چاہیے، وہاں جذبۂ جہاد اور تیاریِ جہاد میں بھی انتہائی سرگرمی ہونی چاہیے۔ اسی طرح قوم کی مالی حالت کو بہتر بنانے اور اس کی غریب اکثریت کو سہارا بہم پہنچانے کے سامان بہم کرنے کے لیے بھی ایک ایک فرد میں ویسا زوردار جذبہ ہونا چاہیے، جیسا خدا کی عبادت سے پیدا ہوتا ہے۔ دولت پیدا کرنا اور دولت کو بڑھانا ایک وہ ہے جو سرمایہ دارانہ نقطۂ نظر سے ہوتا ہے، دوسرا وہ ہے جو غریبوں کی معاشی حالت کو بہتر کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ یہ دوسرا نقطۂ نظر اسلام کا ہے اور اس کے لیے اس نے اُصول اور ضابطے مقرر کیے ہیں۔

۸- ہمارے حکمرانوں کو بھی اور دانش وروں اور دولت مندوں کو بھی اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ جب تک قرآن و حدیث کی تعلیمات اور خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کے نمونہ ہائے کردار اور ان کے سیاسی اقدامات اور سلاطینِ عادل اور سپہ سالارانِ حق پرست کے تاریخی کارنامے محفوظ ہیں اور عام مسلمان اس ریکارڈ سے کچھ نہ کچھ حصہ پاتے ہیں۔ اس وقت تک یہ ممکن نہیں ہے کہ مختلف

عذرات کی بنا پر آپ کتاب وسنت کے منشا کو مسخ کریں اور قوم کو یہ کہہ کر مطمئن کر سکیں کہ یہ ہم نے اجتہاد کیا ہے اور اس دور میں یہی اجتہاد خدا و رسولؐ کو پسند ہے۔

اس طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ سلف کے جن بزرگوں اور برصغیر کی جن عظیم اور صاحب کردار دینی شخصیتوں پر کروڑوں مردوں اور عورتوں کے ذہن اعتماد کرتے ہیں، ان کو آپ کبھی محض پارلیمانی اکثریت اور اپنے عہدے کے اختیارات اور پروپیگنڈے کے زور سے جبراً اپنی دینی قیادت پر مطمئن کر سکیں۔

اس سلسلے میں اگر کوئی غلط فہمی کام کر رہی ہو تو یہ جان لینا چاہیے کہ قوم میں ایک مستقل کشمکش برقرار رہے گی اور اس کی قوتیں جو یکسو ہو کر بہت بڑے نتائج پیدا کر سکتی ہیں، وہ کشمکش کی وجہ سے ہمیشہ برباد ہوتی رہیں گے اور استحکام و پائیداری کسی حکومت کو نصیب نہ ہو گی۔

استحکام و پائیداری کی راہ صرف نفاذِ شریعت ہے۔

مندرجہ بالا وجوہ کی روشنی میں آپ ماہ ربیع الاول کی مبارک فضاؤں میں اچھی طرح غور فرمائیں کہ حکومت کو اور مخلص دانشوروں کو اور عوام کو اگر محبتِ رسولؐ کے راستے پر جانا ہو تو وہ کدھر سے کدھر جاتا ہے۔

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورتِ استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں قارئین سے گذارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں۔ ان کا خاص احترام ملحوظ رکھیں تاکہ بے ادبی نہ ہونے پائے۔ (ادارہ)